نام کتاب	:	تاریخ پاکپتن
مصنف	:	میاں اللہ بخش طارق
ناشر	:	ثامن پرنٹرز، ۶۸۔بی، شمع پلازہ، فیروزپور روڈ، لاہور
سنینِ طباعت	:	۱۹۹۴ء، ۱۹۹۸ء، ۲۰۰۵ء، ۲۰۱۴ء
صفحات	:	۲۴۰ مجلد
قیمت	:	۴۹۰ پاکستانی روپے
تبصرہ نگار	:	محمد ریاض محمود ۞

ماضی میں وقوع پذیر ہونے والے حالات و واقعات کی اصلیّت و ماہیّت کو ترتیب کی شائستگی و شگفتگی سے آراستہ کر کے منظرِ عام پر لانے کا ہنر تاریخ کہلاتا ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کی آمد غیر معمولی علمی تحرّک کا باعث ہوئی۔ علم و فن کے بہت سے شعبہ جات میں مسلمانوں نے تحقیق و تدوین کے کارہائے نمایاں انجام دیے۔ تاریخ نویسی کے میدان میں اُنھوں نے ہندوستان کے روایتی رُجحان کو بدل کر رکھ دیا۔ برصغیر پاک و ہند کے شہروں کی تاریخ اور اُن سے جُڑے دیگر عوامل و عناصر کے بارے میں منفرد اُسلوب کی حامل یہ کُتب معلومات کا بیش قیمت خزانہ ہیں۔

میاں اللہ بخش طارق (پیدایش ۱۹۴۹ء) علمی حلقوں میں جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ اُن کی زیرِ تبصرہ کتاب **تاریخ پاکپتن** کو شہروں کی تاریخ و تہذیب پر لکھی جانے والی کُتب میں امتیازی حیثیّت حاصل ہے۔ مذہب و معاشرت، حکومت و سیاست، تعلیم و صحت، سیر و سیاحت، زراعت و صنعت، حسب و نسب اور حُریّت و شہادت سمیت انسانی زندگی کا شاید ہی کوئی ایسا پہلو ہو جو اس کتاب میں زیرِ بحث نہ آیا ہو۔ مصنف کا اُسلوبِ تحریر رواں، سنجیدہ، شائستہ اور متاثر کن ہے۔ الفاظ اور جُملوں کی تراکیب آسان فہم، دلائل و دعویٰ جات مضبوط و مستحکم اور کلام کے مآخذ و مصادر مستند و معتبر ہیں۔ تاریخ و ثقافت کے منفرد اور غیر روایتی موضوعات پر بہترین علمی مواد پیش کیا گیا ہے۔ مصنف کی یہ کوشش واضح طور پر نظر آتی ہے کہ حالات و واقعات کے بیان میں زمانی ترتیب قائم رہے۔ انسانی اقدار و آداب کی پاسداری ہر صفحہ کی زینت بنتی دکھائی دیتی ہے۔ مثلاً ''انتساب'' والدہ محترمہ ''سردار بیگم'' کے نام کر کے اس اعتراف کا اعزاز پایا گیا ہے کہ اُس محترم ہستی کی آغوش نے مصنف کے شعور کو رفعت و ترقی عطا

۞ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونی ورسٹی آف گجرات۔ (dr.riazmahmood@uog.edu.pk)

کی۔ کتاب پر نظرِ ثانی مصنف کے اُستاد پروفیسر سید مسعود حیدر شاہ بخاری نے کی ہے، اُستاد اور شاگرد کا یہ مبنی بر ذوق رابطہ اور تحقیق و جُستجو کے میدان میں تعاون اُس فیض و قُرب کا پتا دیتا ہے جو ہر دور میں مسلمانوں کی علمی دُنیا کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ علمِ تاریخ کی نہایت خوبصورت اور جامع تعریف کرتے ہوئے "دیباچہ" میں پروفیسر سید مسعود حیدر شاہ بخاری نے لکھا: "وہ روئے زمین پر انسان کے تدریجی ارتقاء کی مسلسل داستان ہے۔"[1] یقیناً دیباچہ نگار کے اس شاگردِ عزیز نے تاریخ نویسی کے اس اعلیٰ معیار کو پانے کی پوری کوشش کی ہے۔

علاوہ ازیں حکیم محمد موسیٰ امرتسری ثم لاہوری (م۱۹۹۹ء) کی جامع اور خوبصورت "تقریظ" نے اس کتاب کو سندِ تحقیق و عظمت عطا کر دی ہے۔ علمی و تاریخی مواد کے حُصول اور پھر اس کی ترتیب و تدوین میں مصنف کے صاحب زادگان انجینئر احمد خاور شہزاد (ڈپٹی کمشنر ٹوبہ ٹیک سنگھ)، احمد خرم شہزاد (ماہرِ اُمورِ زراعت) اور محمد عدنان طارق ایڈووکیٹ کی فنّی اعانت اور جمالیاتی مشاورت نے کتاب ہذا کو دلچسپ اور پُرکشش بنا دیا ہے۔ کتاب کا کاغذ معیاری ہے اور اس کی پیمائش ۸.۲۵ انچ x ۵ انچ ہے۔ سرورق پر بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ اقدس کی خوبصورت تصویر نے کتاب کے بیرونی منظر کو نُور افروز اور جاذبِ نظر بنا دیا ہے۔ کتاب کے اندر مختلف صفحات پر ستائیس شخصیات و مقامات کی تصاویر دے کر قارئین کی دلچسپی میں اضافے کا خوبصورت سامان کیا گیا ہے۔

ماضی کے عظیم باشادہوں، دینی بزرگوں، صوفیوں، قومی رہنماؤں اور مقامی سیاست دانوں کا تذکرہ اگرچہ اس میں خصوصی طور پر کیا گیا ہے مگر عام آدمی کے مسائل اور اُس کے جذبات کو بھی کسی صورت نظر انداز نہیں کیا گیا۔

مصنف کے ہاں قومی مقاصد کی تکمیل خصوصاً تحریکِ پاکستان سے وابستگی بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ لکھتے ہیں: "تحریکِ پاکستان کے دوران اس قصبہ کی مسلم آبادی نے جذبۂ ایمانی کے تحت نظریہ پاکستان کی مکمل حمایت کی۔"[2]

تاریخی روایات کی تحقیق و تنقیح میں کی گئی محنت سے پیش کردہ مواد کی علمی قدر میں خاصا اضافہ ہو گیا ہے۔ مثلاً پاکپتن میں تشریف لانے والے اوّلین مسلم صوفی خواجہ عبد العزیز مکیؒ کے بارے میں مختلف روایات کا تقابل و تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

دوسری روایت کے مطابق حضرت عزیز مکیؒ محمد بن قاسم کی فوج کے ایک مجاہد تھے۔ جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر کفار

۱۔ تاریخ پاکپتن، ۱۳۔

۲۔ مرجع سابق، ۲۹۔

سے لڑتے لڑتے بمقام اجودھن پہنچے اور شہید ہو کر یہاں دفن ہوئے۔ مگر یہ روایت بے حد کمزور اور ناقابل یقین ہے۔ کیوں کہ تاریخی تحقیق کے باوجود اس امر کی سند کہیں سے نہیں مل سکی۔ [۳]

کتاب کا متن اس حقیقت کا غماز ہے کہ مصنف ایک وسیع النظر انسان ہے۔ مذہبی بے تعصّبی ملاحظہ ہو: ”پاکپتن کے مسلمانوں نے پیشوا بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ تو کیا ہے البتہ سکھ برادری کے بابا گرونانک کا بھی دیانت داری اور تحقیق کے ساتھ تذکرہ کیا ہے۔“ [۴]

تدوینِ کتاب کا ایک اہم مقصد ملی شعور کی بیداری معلوم ہوتا ہے۔ جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں پاکپتن کے عظیم سرفروش مجاہدین کی نامساعد حالات کو ششوں کو خراج تحسین پیش کیا گیا ہے۔

بے باکی اور حق گوئی کے واضح اشارات بیشتر مقامات پر پڑھنے کو ملتے ہیں۔ مصنف نے تلخ تاریخی حقائق کا جرأت مندی سے اظہار کیا ہے۔

عوامی مسائل پر مصنف نے دوٹوک رائے دینے کا ظرف پایا ہے۔ ایک مقام پر صوبائی وزیر تعلیم کا نام لے کر ان کی غلط روش کا ذکر کیا ہے۔ [۵]

مصنف صوفی طبع شخصیت کے حامل ہیں، صوفیانہ سلاسل و روابط سے گہرا شغف رکھتے ہیں اور بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ سے بھرپور عقیدت و محبت اُن کا فخر وناز ہے۔ اس سارے رُوحانی پسِ منظر کے باوجود اُنھوں نے اُن جاگیردار گدی نشینوں کی خوب خبر لی ہے جو سامراجی طاقتوں کے دست وبازو رہے۔ [۶]

زیرِ تبصرہ کتاب عصرِ حاضر میں پاکپتن کے رنگ ڈھنگ اور ماضی سے جُڑی اُس کی مذہبی، سیاسی، صنعتی اور سماجی حیثیت کو پوری طرح واضح کرتی ہے۔ یہ چھ حصوں پر مشتمل ہے، پہلا حصہ پاکپتن کی قبل از اسلام تاریخ سے بحث کرتا ہے اور واضح کرتا ہے کہ یہ شہر برصغیر پاک و ہند کے اُن قدیم ترین شہروں میں شمار ہوتا ہے جو کئی مرتبہ تباہ ہونے کے بعد آباد ہوئے۔ [۷]

کتاب کا دوسرا حصہ مسلمانوں کی برصغیر میں آمد اور اُن کے سیاسی غلبہ کی تفصیلات سے مزیّن ہے۔ اس

۳۔ مرجع سابق، ۳۴۔

۴۔ مرجع سابق، ۴۴۔

۵۔ مرجع سابق، ۱۰۷۔

۶۔ مرجع سابق، ۱۱۳۔

۷۔ مرجع سابق، ۲۳۔۲۷۔

تاریخی حقیقت کی بھرپور عکاسی کی گئی ہے کہ اسلام برصغیر کے لیے ابرِ رحمت ثابت ہُوا اور اسلام کا انسان دوست پیغام پہنچانے میں مسلم فاتحین کے ساتھ ساتھ صوفیائے کرام نے اہم کردار ادا کیا۔ اگر ایک طرف سیاسی و عسکری اعتبار سے عراق کے گورنر حجاج بن یوسف اور اس کے جواں سال بھتیجے محمد بن قاسم نے حکمت و تدبّر کا مظاہرہ کرتے ہوئے فتح سندھ کو ممکن بنایا تو دوسری طرف اخلاق و تصوف اور روحانیت کے میدان میں خواجہ عبدالعزیز مکی رحمۃ اللہ علیہ ایسے بزرگوں نے انسانی قُلوب واذہان پر فتوحات کے جھنڈے گاڑے۔ بعد ازاں بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۶۵ء) نے اجودھن میں اپنی آمد کے وقت قیام فرمایا۔ اسی بابرکت قیام کی نسبت سے یہ مقام "گوڈری بابا فرید" کا نام سے معروف ہُوا۔ اس عظیم صوفی کے مستقل قیام اور متاثر کن تبلیغی مساعی کی بنا پر سیاسی و مذہبی میدان میں اس شہر کو غیر معمولی شہرت نصیب ہوئی۔ آپ کی نگاہِ علم و عرفان کا ہی فیضان ہے کہ یہ شہر اجودھن سے پاکپتن بن گیا۔

مصنف نے بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کے احوال و آثار اور فیوض و برکات کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ آپؒ کے شجرۂ نسب، والدین، جائے پیدائش، تعلیم و تربیت، حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے اکتسابِ فیض، وفات، مقبرہ اور دینی و ملی خدمات کے بارے میں سیر حاصل بحث کی ہے۔

مغل عہد میں پاکپتن کے احوال کی وضاحت حصہ سوم میں موجود ہے جب کہ حصہ چہارم فرنگی دور پر مشتمل ہے۔ جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں پاکپتن کے کردار، رائے احمد خان کھرل کی حُریت پسندی و شہادت اور تحریک پاکستان میں پاکپتن کے مختلف طبقاتِ فکر سے وابستہ افراد کی کاوشوں کا تذکرہ تفصیل سے کیا گیا ہے۔

حصہ پنجم قیامِ پاکستان سے ۱۹۹۴ء تک کے اُن سیاسی و سماجی حالات کی وضاحت کرتا ہے جو پاکپتن میں رونما ہوتے رہے۔ اس ضمن میں مہاجرین کی آبادکاری، تحریکِ نظامِ مصطفیٰ اور تحریکِ بحالی جمہوریت (۱۹۷۸ء تا ۱۹۸۵ء) میں پاکپتن کے کردار کو واضح کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں پاکپتن کے ضلع بننے کی تفصیلی رُوداد کو قلم بند کیا گیا ہے۔ پاکپتن کی موجودہ صورتِ حال کو واضح کرنے کے لیے رقبہ، محلِ وقوع، طبعی خصوصیات، نباتات، حیوانات، دریا، نالے، درجۂ حرارت، بارشیں، آبادی، برادریاں، شرح خواندگی، معیشت، قدرتی وسائل، تجارتی مراکز، معاشرت، تہوار، ادبی سرگرمیاں، کھیل اور ثقافتی سرگرمیاں، پہلوانی، شکار، شہسواری، طب و جراحت، تعلیمی ادارے، دینی درسگاہیں، پولیس کے تھانے، انتظامیہ اور عدلیہ کے عنوانات کے تحت تفصیلی اور دلچسپ معلومات فراہم کی گئیں ہیں۔

حصہ ششم بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کی رسومات، بہشتی دروازہ اور پاکپتن کے اہم علما و صوفیا کے مزارات کی تفصیلات پر مشتمل ہے۔

زیرِ تبصرہ کتاب کے منصۂ شہود پہ آنے سے قبل پاکپتن سے متعلق جو کتب لکھی گئیں وہ بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کے پسِ منظر میں ہیں۔ ان میں اس عظیم صُوفی کے احوال و فضائل پر تو کافی معلومات ملتی ہیں لیکن پاکپتن کے قدیم تہذیبی و تمدنی خدّو خال کی وضاحت ان میں نہیں پائی جاتی۔ میاں اللہ بخش طارق کی **تاریخ پاکپتن** کے حوالے سے یہ کوشش بنیادی حیثیت رکھتی ہے کہ اُنھوں نے پاکپتن کے مذہبی و سیاسی، سماجی و معاشی اور علمی و ادبی حالات کا بخوبی احاطہ کیا ہے۔ انھی اوصاف و خدمات کے اعتراف کے طور پر بہت سے عالمی اور قومی اداروں نے آپ کو حُسنِ کارکردگی کے انعامات اور تمغوں سے نوازا ہے۔

اس مخصوص نظریاتی و فنّی پسِ منظر کا تقاضا ہے کہ اس کتاب میں چند اضافے کیے جائیں:

- مصنف نے برصغیر میں اسلامی دور کی ابتدا فتح سندھ (۹۲ھ) سے کی ہے جب کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں مسلمانوں نے مکران (۲۲ھ تا ۲۳ھ) کو فتح کر لیا تھا اور یہاں ایک مقامی اسلامی ریاست تشکیل پا گئی تھی۔
- اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد (۳۵-۴۰ھ) میں بلوچستان کے بعض علاقے مسلمانوں نے فتح کر لیے تھے۔ اس تاریخی پس منظر میں مناسب ہے کہ ادوارِ فاروقی و حیدری کا تذکرہ بھی کیا جائے۔
- علاوہ ازیں پاکپتن کے قدیم باشندوں خصوصاً غیر مسلموں کے پاکپتن اور حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تاثرات کو درج کیا جائے۔ اس ضمن میں قیامِ پاکستان کے نتیجے میں بھارت کی جانب نقل مکانی کر جانے والے ہندوؤں اور سکھوں کی آرا بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔
- مزید برآں پاکپتن میں فروغ پانے والے فنِ تعمیر پر الگ سے ایک تفصیلی باب ترتیب دینے کی ضرورت ہے۔
- تحقیقی میدان میں ایک اصلاح طلب امر یہ ہے کہ حوالہ جات کو مکمل صورت میں پیش کیا جائے۔ بعض جگہ حوالہ کی کتاب کے مصنف کا نام معدوم ہے، بعض جگہ صفحہ نمبر نہیں ہے اور بعض مقامات پر مطبع درج ہونے سے رہ گیا ہے۔ حوالہ دینے کا انداز بھی تمام مقامات پر یکساں نہیں۔ علاوہ ازیں پروف ریڈنگ کی ضرورت کا احساس بھی بعض صفحات کے مطالعہ کے دوران ہوتا ہے۔

یہ چند باتیں مثال کے طور پر پیش کی گئی ہیں۔ البتہ امید ہے کہ یہ مفید تاریخی کتاب ہر لائبریری کی زینت بنے گی اور تشنگانِ علم اس سے مستفید ہوں گے۔